© rasailojaraid.com

مسلم مسیحی تعلقات کی نئی جہتیں

(۱)

کیا عیسائی مسلم اتحاد ممکن ہے؟

جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونا ہے، یہ سب نوشتہ دیوار تھا۔ طاقت کے عدم توازن کے بعد، بالخصوص اس وقت جب طاقت اخلاقیات سے بھی عاری ہو، وہی کچھ ہوتا ہے جو ہو رہا ہے۔ معجزے اب نہیں ہوتے۔ دیکھنا صرف یہ تھا کہ عراق کتنے دن مزاحمت کرتا ہے۔ اس کے سوا اس سارے معاملے میں کوئی بات غیر متوقع نہیں تھی۔ یہ حادثہ بلاشبہ معمولی نہیں۔ معلوم نہیں کتنے سال ہمارے ملی وجود سے اس درد کی ٹیسیں اٹھتی رہیں۔ اقبال کا کہنا ہے

خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اب دیکھنا ہے کہ یہ سحر کیسے اور کب پیدا ہوتی ہے۔

ہر بڑا حادثہ اپنے اندر امکانات بھی بڑے رکھتا ہے۔ بغداد پر صدیاں پہلے بھی ایک بڑا حادثہ گزرا تھا جس کے نتیجے میں کعبے کو صنم خانے سے پاسباں مل گئے تھے۔ آج پھر اسی بغداد کو تاراج کیا جا رہا ہے۔ اس حادثے کی شدت میں کسے کلام ہو سکتا ہے، سوال یہ ہے کہ آج ہمارے لیے اس حادثے میں کیا امکان پوشیدہ ہے؟ اس سوال کا جواب تو وہی دے سکتا ہے جو قوموں کے عروج و زوال پر نظر رکھتا اور واقعات کی ترتیب میں سنت الٰہی کو کارفرما دیکھ سکتا ہے۔ علامہ اقبال ہوتے تو ہمارے لیے آسانی تھی کہ وہ یہ فرض کفایہ ادا کرتے۔ وہ نہیں ہیں تو آدمی سوچتا ہے کہ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کہاں جائے۔ ممکن ہے کوئی کہیں اپنی تنہائی کو آباد کیے بیٹھا ہو جس کے پاس اس سوال کا جواب ہو، لیکن جب تک اس کی غیبت ایک حجاب ہے، ہمیں خود ہی دیکھنا ہوگا کہ اس حادثے میں ہمارے لیے کیا امکان پوشیدہ ہے۔

چند روز پہلے ایک خبر نے مجھے چونکا دیا۔ واقعات جس تناظر میں آگے بڑھ رہے ہیں، یہ خبر بھی بظاہر اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی لیکن مجھے خیال ہوا کہ اس میں اس امکان کی جھلک ہے، جسے آج ہم نے تلاش کرنا ہے۔ وہ امکان جو قبرستان میں زندگی کی رمق ہے، وہ امکان جو راکھ میں چنگاری ہے۔ خبر یہ ہے کہ بیت اللحم میں عیسائی دنیا کے سب سے متبرک مقام، چرچ آف نیٹیویٹی (Church of Nativity) کے ذمہ داران نے صدر بش، ٹونی بلیئر،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رمزفیلڈ اور جیک سٹرا پر اس کلیسا کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ عراقی بچوں کے قاتل ہیں اور اس کلیسا میں اپنے ناپاک قدم نہیں رکھ سکتے۔ چرچ آف ٹیٹیویٹی کوئی عام کلیسا نہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جو عیسائی عقیدے میں سیدنا مسیحؑ کی جائے پیدائش ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چرچ شہنشاہ قسطنطین اور اس کی والدہ ہیلینا نے چوتھی صدی میں تعمیر کرایا تھا، چھٹی صدی میں یوسطنیان نے یہاں ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کی۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں کبھی سیدنا داوٗد بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہیں وہ غار ہے، جہاں بعض لوگوں کے نزدیک سیدنا مسیحؑ کی پیدائش ہوئی۔ انسانی تاریخ کی وہ عظیم الشان شخصیت جو تمام عمر انسانی دکھوں کا مداوا کرتی رہی ہو، جس کی پیدائش ہی ایک معجزہ ہو اور جسے جوانی میں وقت کے ظالم اپنے تئیں مصلوب کر ڈالیں، اس کی جائے پیدائش یقیناً یہ تقدس رکھتی ہے کہ وہاں ایسے وجود داخل نہ ہوں جو گردن گردن انسانی لہو میں ڈوبے ہوں۔ عالم عیسائیت کا یہ اظہار نفرت، میرے نزدیک اپنے اندر وہ امکانات رکھتا ہے، جس میں یہ جوہر (potential) ہے کہ وہ آنے والے تاریخ کا رخ یکسر بدل دے۔

آج دنیا میں عیسائیوں اور یہودیوں کی جو قربت ہے، واقعہ یہ ہے کہ کبھی میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ آج جسے یہودی عیسائی تہذیب (Juda Christian Civilization) کا نام دیا جاتا ہے، اس کی منطق بھی ناقابل فہم ہے۔ اہل کلیسا کی یہ سادگی میرے لیے ہمیشہ سوالیہ نشان بن رہی کہ یہودی ان کے وسائل اور سیاسی حیثیت کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے رہے اور وہ بڑی سادگی کے ساتھ فریب کھاتے رہے۔ اسلامی دنیا کے حوالے سے امریکہ کی خارجہ پالیسی کی تشکیل میں دو نقطہ ہائے نظر موجود رہے ہیں، ایک وہ جو تصادم پسند (Confrontation-alists) ہیں اور دوسرے وہ جو مفاہمت پسند (accommodationists) ہیں۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں، صرف یہ تذکرہ کفایت کرتا ہے کہ انڈیک (Indyk)، کرک پیٹرک (Kirkpatrick)، ملر (Miller)، ڈینیل پائپس اور برنارڈ لیوس جیسے لوگ جو مسلمان دنیا کے ساتھ تصادم کے علمبردار ہیں، ان کی اکثریت یہودی ہے۔ آج جو پالیسی کارفرما ہے، وہ ان جیسے لوگوں کی فکری اور عملی جدوجہد کا نتیجہ ہے، جس نے امریکہ کو ایک ایسی جنگ میں جھونک دیا ہے، جس میں اس کی کامیابی، دراصل اس کی ایک بڑی ناکامی کا پیش خیمہ بننے والی ہے۔ آج امریکہ کی عالمی حیثیت مسلمہ تھی، اسے کہیں سے کوئی چیلنج درپیش نہیں تھا۔ اشتراکی دنیا اس کے زیر اثر تھی اور مسلم دنیا بھی۔ عراق دس مرتبہ بھی کوشش کرتا تو وہ امریکہ کے لیے کوئی چیلنج نہیں بن سکتا تھا۔ آج تو یہ وقت تھا کہ امریکہ اپنے اس غلبے کو تادیر قائم رکھنے کی جدوجہد کرتا، لیکن اسے ایک ایسے راستے پر ڈال دیا گیا ہے، جو اس کے وسائل اور اخلاقی ساکھ دونوں کی تباہی پر منتج ہو گا۔ اخلاقی ساکھ تو ختم ہو چکی۔ اس سے پہلے اگر اس کا تھوڑا بہت لحاظ تھا تو اب آنکھوں کی شرم بھی باقی نہیں رہی۔ یہ بات طے ہے کہ کوئی قوت جب اخلاقی اقدار کو اس بے دردی سے پامال کرتی ہے تو پھر اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ یہ امریکہ کی بدقسمتی ہے کہ ایک ایسے مرحلے پر جب اسے ایک صاحب بصیرت قیادت کی ضرورت تھی، ایک انتہائی غبی شخص ان کا راہنما ہے۔ اس کے اثرات تو نکلیں گے۔ ممکن ہے کہ اس مرحلے میں امریکی قوم اور مغرب کی غالب عیسائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آبادی میں یہ تاثر بھی ابھرے کہ بش اور بلیئر جیسے لوگ اس تہذیب اور مذہب کے لیے بھی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں، جو سیدنا مسیح کے نام سے منسوب ہے جن کا وجود امن اور محبت کی علامت ہے۔

چرچ آف نیٹیویٹی کا فیصلہ، میرا خیال ہے کہ اسی تاثر کا اظہار ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ گذشتہ چند سو سال میں یہودیوں اور عیسائیوں کا جو اتحاد وجود میں آیا ہے، اس میں عیسائی سراسر خسارے میں رہے ہیں۔ یہی بات میرے لیے ناقابل فہم ہے کہ عیسائی کیوں اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کے لیے آمادہ نہیں۔ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے تو اس معاملے میں دونوں کا اختلاف بہت گہرا ہے۔ یہودی حضرت مسیح اور حضرت مریم کے بارے میں جو خیالات رکھتے ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور مزید یہ کہ یہودیوں کے برخلاف مسلمانوں میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو جو تکریم حاصل ہے، اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی قرآن مجید پڑھا ہو۔ جس محبت اور عزت کے ساتھ قرآن مجید ان پاکیزہ ہستیوں کا ذکر کرتا ہے، اس کی نظیر تلاش کرنا محال ہے۔ پھر قرآن جس طرح یہودیوں کے الزامات کا جواب دیتا ہے، شاید عیسائی علم کلام میں بھی اس کی مثال نہ مل سکے۔ اس لیے میرے نزدیک اگر کوئی فطری اتحاد ہو سکتا ہے تو وہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا ہے۔ یہی وہ سچائی تھی جس نے نجاشی کو رسالت مآب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وفد کی تکریم پر آمادہ کیا۔ اور شاید یہی وہ بات ہے کہ قرآن نے روم میں عیسائیوں کی فتح کی بشارت دی جس پر مسلمانوں نے خوشی منائی۔ میں نہیں جان سکا کہ آج کس چیز نے عیسائیوں کو یہودیوں سے قریب اور مسلمانوں سے دور کیا۔

بغداد پر امریکی یلغار نے اب یہ امکانات پیدا کر دیے ہیں کہ عیسائی اور مسلمان دنیا اپنے تعلقات پر نظر ثانی کریں اور اس نفسیات سے نکلیں جو صلیبی جنگوں سے منسوب ہیں۔ چرچ آف نیٹیویٹی نے جو پیش قدمی کی ہے، ضرورت ہے کہ اس کا خیر مقدم کیا جائے۔ مسلمانوں کو آگے بڑھ کر عیسائیوں کو، قرآن مجید کے الفاظ میں، اس ''کلمے'' کی طرف بلانا چاہیے جو آج ہمارے اور ان کے درمیان مشترک ہے۔ بغداد کے حادثے نے تہذیبوں کے تصادم، گلوبلائزیشن اور اختتام تاریخ جیسے تصورات کو ڈھا دیا ہے۔ اب ایک نئی دنیا عالم تشکیل میں ہے۔ ہر نئی دنیا ظاہر ہے کہ کسی تصور کے تحت وجود میں آتی ہے۔ اس تصور کی تشکیل ہی وہ امکان ہے جو اس حادثے میں پوشیدہ ہے۔ مسلمان صاحبان فکر آگے بڑھیں اور اس فکری خلا کو پر کریں۔ یہ کام ان سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تمام قدیم صحیفوں پر ایمان رکھنے والے اور اللہ کے آخری غیر محرف کلام کے وارث ہیں۔ کیا مسلمانوں میں کوئی صاحب فکر ایسا ہے جو ان خطوط پر سوچتا ہو؟ نئی دنیا کے لیے اگر ہم فکری بنیادیں فراہم کر سکیں تو یہ بات کل سیاست، تہذیب، معیشت ہر چیز کو بدل دے گی۔ یہ ایک نئی دنیا کا خواب ہے۔ بہت سے لوگوں کے نزدیک یہ ایک تصوراتی بات ہو سکتی ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی غور کرنے پر آمادہ ہو تو یہ ناممکنات کی دنیا کا معاملہ نہیں۔ نئی دنیا کے خواب بھی کسی بڑے حادثے کے بعد ہی دیکھے جا سکتے ہیں، بالکل ایسے ہی جیسے علامہ اقبال نے مسجد قرطبہ کے آثار میں ایک نیا خواب دیکھا تھا۔

آب روان کبیر! تیرے کنارے کوئی

© rasailojaraid.com